

ترجمہ

کنز الایمان کا تعاقب

ترتیب

ساجد خان

ماخوذ از

مطالعہ بریلویت جلد دوم

بریلوی حضرات اس ترجمہ کو الہامی ترجمہ تصور کرتے ہیں لیکن اس مضمون کے مطالعہ کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ پروپگینڈا کے زور پر کس طرح بریلوی حضرات نے اصل حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی

کنزالایمان کا تعاقب

ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ماخوذ از مطالعہ بریلویت جلد دوم

ترتیب ساجد خان

کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں

الحمد الله وسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد

مولوی احمد رضا خان کی زندگی بھر کی جدوجہد یہ رہی کہ جہاں تک ہوسکے بڑے محدثین دہلی حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اولاد واحقار سے دینی اعتماد اٹھالیا جائے یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اسی خاندان کے تراجم زیادہ رائج تھے،مولوی احمد رضا خان نے ان تراجم کے بالمقابل ایک مختلف ترجمہ لانے کی سوچی اور کنزالایمان کے نام سے ایک نیا ترجمہ لکھا۔۔۔یہ ترجمہ ہے یا تفسیر؟ یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی۔اسے دیکھیں تو یہ نہ ترجمہ ہے اور نہ تفسیر،جب سے شائع ہورہا ہے مولوی نعیم الدین کے تفسیری حاشیہ کے ساتھ یا مولوی احمد یار صاحب کے تفسیری حاشیہ کے ساتھ اس سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں ورنہ اس پر تفسیری حواشی لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔پھر جب ہم اسے ترجمہ کہتے ہیں تو اس میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو عربی متن میں سرے سے ہے ہی نہیں،سواسے ترجمہ کہنا بھی خاصہ مشکل ہے اس میں ترجمہ کی کوئی اور ادا نظر آتی۔۔نہ اردو الفاظ اصل عربی سے کچھ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

بریلویوں نے اس مشکل سے تنگ آکر لفظی ترجمے اور بامحاورہ ترجمے کے علاوہ ایک تیسری قسم نکالی ہے۔۔وہ کیا ہے؟ تفسیری ترجمہ ہم اسے بھی ترجمے کی ایک قسم سمجھ لیتے اگر اس پر تفسیری حواشی نہ ہوتے کہ یہ ترجمہ تفسیری ترجمہ قرار پائے اور تفسیروں سے بے نیاز کردے۔

مولوی احمد رضا خان نے قواعد ترجمہ سے گریز کیوں کیا؟

بریلوی علماء نے اپنے گرد جن عقائد و مسائل کی باڑ بنا رکھی ہے اور انھیں اپنے مسلک کی ضرورت بتلاتے ہیں،قرآن پاک میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا مولانا احمد رضا خان اس صورتحال سے بہت تنگ تھے۔بخلاف اس کے کہ علماء دیوبند توحید ورسالت کے باب میں جو کچھ کہتے وہ مضمون الفاظ قرآن میں صریح مل جاتا۔بشریت انبیاء،علم غیب کا خاصہ باری تعالی ہونا،اللہ نے کسی مخلوق کو مختار کل نہیں بنایا،صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی سب حادث ہیں،شفاعۃ النبی باذن اللہ ہوگی کوئی مخلوق از خود شفاعت کا اختیار نہیں رکھتا واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان کوئی واسطہ نہیں وغیرہ وھذا مضامین بہت آسانی سے قرآن میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔بریلوی علماء قرآن کریم کے اس انداز وضاحت اور توحید کی اس نکھری شان سے بہت پریشان تھے،مولانا احمد رضا خان نے ہمت کی اور ایک ایسا ترجمہ سامنے لے آئے جو الفاظ قرآن سے ہٹ کر ایک نئی راہ قائم کرتا تھا۔یہی بریلویت ہے۔

ترجمہ کی حقیت: ترجمہ کی ضرورت اصل زبان نہ جاننے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے،ترجمہ ایسا ہونا چاہئے جو اصل الفاظ کے

ساتھ چلے اور اصل الفاظ کی حدود میں ڈھلے، ترجمہ پڑھنے والا جان جائے کہ قرآن کی عبارت کیا ہے اور اس میں کہی گئی بات کتنی اور کیا ہے۔ ہر لفظ کا ترجمہ کا ترجمہ اس لفظ کے نیچے ہو تو یہ ترجمہ تحت اللفظ کہا جائے گا جیسا کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا ترجمہ ہے اور اگر اسے دوسری زبان میں ترتیب دینے کیلئے الفاظ میں تقدم و تاخیر کی جائے اور جملوں کے حروف ربط ساتھ شامل کر لئے جائیں تو یہ ترجمہ بامحاورہ سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ بامحاورہ ترجمہ قرآن ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہو یا بامحاورہ ان میں الفاظ کی پابندی اور ان کے حدود کی نگہداشت بہرحال ضروری ہے ورنہ ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا۔ اپنی طرف سے کوئی لفظ ڈالنا ہو تو اسے بریکیٹ (۔۔۔) میں لکھتے ہیں تا کہ اسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے، وضاحت مقصود ہو تو اس کیلئے حاشیہ یا تفسیر ہوتی ہے۔ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہی ہوتا ہے ترجمے کی حد یہ ہے کہ ہر دو زبانیں جاننے والا غیر مسلم بھی اسے دیکھے تو تسلیم کرے کہ مترجم نے اسے غیر اہل زبان کے سامنے لفظ بلفظ پیش کیا ہے اور یہ واقعی ترجمہ ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔

مترجم کی ذمہ داری: ترجمہ قرآن کے بہانے قرآنی الفاظ میں الفاظ ملانا یوں سمجھئے دوسری زبان میں تحریف قرآن ہے۔ دوسری زبان کے لوگ جو اصل زبان کے الفاظ بھی کچھ پہچانتے ہوں آسانی سے جان سکتے ہیں کہ کہاں کہاں مترجم نے قرآن کے نام سے اپنے الفاظ داخل کئے ہیں ۔ بریکیٹ کے خطوط (۔۔۔) یعنی کے تعبیری اور تفسیری جملوں سے تحریف نہیں ہوتی لیکن اپنے الفاظ ترجمہ قرآن کے نام سے پیش کرنا بڑی جسارت اور تحریف ہے یہ تحریف ترجمہ قرآن میں ہے قرآن میں نہیں۔ عربی قرآن ہر تحریف سے پاک اور بلند و بالا آسمانی کلام ہے۔ **لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه۔**

کنزالایمان کی حقیقت

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اردو تراجم میں ''کنزالایمان'' میں یہ تحریف سب سے زیادہ کارفرما ہے، مولوی احمد رضا خان نے اپنے الفاظ اس بے دردی سے قرآن کریم میں بڑھائے ہیں کہ قرآن پاک کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی اور مقبول احمد دہلوی نے بھی ترجمہ قرآن میں اس درجے میں کہیں الفاظ زیادہ نہ کئے ہونگے۔ تفسیر اور مرادات میں یہ قادیانی اور دہلوی بے شک ارتداد اور الحاد کی گھاٹی میں زیادہ بلندی تک چڑھنے لگے لیکن ترجمہ میں یہ لوگ غلط یا صحیح کے درجے میں ہی رہے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ میں اتنے لفظوں کے اضافے انہوں نے بھی نہیں کئے۔ کنزالایمان ترجمہ ہے یا نہیں مثال ملاحظہ ہو:

پہلے پارے میں ہے **ذالک الکتاب لا ریب فیه**۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ ملاحظہ ہو اور پھر مولوی احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے ''وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں'' اس میں لفظ فیہ (اس میں) کا ترجمہ کس طرح اڑایا گیا ہے اور اگر اسے اگلے جملے **هدی للمتقین** سے متعلق کرنا تھا تو جگہ کو ظرف بنا کر کیوں یہاں لے آئے حالانکہ یہ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں تھا فیہ کو آگے رکھنا تھا تو جگہ کا ترجمہ یہاں کس چیز کا کیا ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ خان صاحب ترجمہ میں صرف اپنی روانی کی فکر میں گم رہتے تھے کہ یہ نہ کہیں ٹوٹے اس سے انھیں کوئی غرض نہیں تھی کہ کون سا لفظ باہر سے آرہا ہے اور قرآن کا کونسا لفظ باہر جا رہا ہے۔ پھر پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ کی آیت ۲۴ کا ترجمہ دیکھئے: **فان یشاء الله یختم علی قلبک** (ترجمہ) سو اگر اللہ چاہے تو مہر کر دے تیرے دل پر۔ اب ذرا اعلحضرت کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں: اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر کر دے۔ لفظ **قلبک** کو فیہ ہی کی طرح ہضم کر گئے اور اپنی رحمت اور حفاظت کے الفاظ اپنی طرف سے لے آئے۔ عجیب سینہ زوری ہے جو ترجمہ کے نام سے دکھائی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ابھی تک آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر نہ لگائی تھی۔۔ ہاں اگر وہ چاہے تو بے شک لگا سکتا ہے (معاذ اللہ) اور سنئے اور خانصاحب کے ترجمہ قرآن پر سر دھنئے: **الرحمن .. علم القرآن .. خلق الانسان .. علمه**

البیان (سورہ رحمٰن پ ۲۷) ترجمہ: رحمٰن نے۔۔ سکھلایا قرآن۔۔ بنایا آدمی۔۔ پھر سکھلائی اس کو بات (ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) ۔ اب ذرا خان صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو: رحمٰن نے۔۔ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔۔ انسانیت کی جان کو پیدا کیا۔۔ ما کان و ما یکون کا بیان انھیں سکھایا۔ ترجمہ پڑھنے والا جب قرآن میں ان خط کشیدہ الفاظ کو تلاش کرتا ہے تو اسے وہاں ان کے بالمقابل عربی الفاظ نہیں ملتے جن کو ان خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ کہا جا سکے اور یہاں کوئی بریکیٹ بھی نہیں کہ انھیں اپنا اضافہ کہہ دیا جائے۔ اس صورتحال میں ترجمہ پڑھنے والا یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ''کنز الایمان'' ہرگز ترجمہ قرآن نہیں۔ اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ کسی عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی تفسیر اور تشریح کو خدا کے الفاظ بتا کر پیش کرے۔ مفسرین کی مرادات اور ان کے مختارات سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن خدا کے الفاظ سے کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ سو چاہئے کہ ترجمہ ترجمے کے درجے میں رہے اور تفسیر تفسیر کے درجے میں۔ مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ قرآن کے نام سے ان خط کشیدہ الفاظ کو خدا کے کلام میں شامل کیا ہے اور انہیں بدوں بریکیٹ اور بدوں اداۃ تفسیر خدائی کلام میں شامل کیا ہے یہ قرآن پاک پر ایک بڑا ظلم ہے رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔

ترجمہ کنز الایمان کی ایک مثال: کنز الایمان کے ایک مدح سرا کہتے ہیں کہ الرحمٰن علم القرآن میں لفظ علم کو دیکھئے علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے علم القرآن کے ترجمے میں ہر مترجم نے ایک ہی مفعول ذکر کیا ہے اعلحضرت نے دوسرا مفعول ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ علم کا متعدی بدو مفعول کا تقاضہ پورا ہو سکے۔ یہ تقاضہ کسی اور مترجم نے پورا نہیں کیا۔

جناب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے لیکن ایک مفعول کبھی مذکور ہوتا ہے اور کبھی اسے مقدر مانا جاتا ہے اور ہر دو استعمال برحق ہیں اللہ تعالی نے **علم آدم الاسمآء کلھا** میں دو مفعولوں کو ذکر کیا ہے یہ بھی حق ہے کہ الرحمٰن علم القرآن میں صرف مفعول ثانی مذکور ہے مفعول اول مقدر ہے اور یہ بھی حق ہے مترجم کو چاہئے کہ جہاں اللہ تعالی نے مفعول ثانی کو ذکر کیا ہے اور مفعول اول کو حذف کیا ہے وہاں وہ مفعول ثانی کو اسی طرح ذکر کرے جس طرح خدا نے اسے ذکر کیا ہے اور جسے حذف کیا ہے وہاں وہ اسے حذف رکھے۔ اسے بین السطور ترجمے میں ذکر کرنا گویا خدا کو مشورہ دینا ہے کہ یہاں مفعول ثانی ذکر کرنا چاہئے تھا۔ علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے خدا نے اسے ذکر کیوں نہیں کیا؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔۔ اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوگی کہ مترجم خدا کو مشورہ دینے لگے افسوس مولانا احمد رضا نے یہاں کچھ نہ سوچا۔

پھر خلق الانسان میں مطلق انسان کی پیدائش مذکور ہوئی تھی ''جان انسانیت'' یہ ترجمہ کہاں سے آ گیا؟ تفسیر جلالین بھی دیکھ لیتے تو انھیں خلق الانسان کے ساتھ یہ لفظ مل جاتا ای الجنس اللہ تعالی نے جنس انسانی کو تخلیق بخشی۔ الصادی علی الجلالین میں ہے **ای الجنس ای الصادق بآدم او لادہ و حینئذ فالمراد البیان النطق الذی یمیز بہ عن سائر الحیوان وھذا احد اقوال فی تفسیر الانسان قیل ھو محمد** ﷺ **لانہ الانسان الکامل**۔ انسان کی تفسیر میں جب اتنے اقوال ہیں تو کسی ایک قول کو پسند کر کے ترجمہ قرآن میں داخل کر دینا گویا کہ یہ خدا کے الفاظ ہیں ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔ پھر انسان سے اگر حضور ﷺ ہی مراد لیتے تھے تو بریلوی علماء کو پھر یہ کہنے کا کوئی حق نہیں رہتا کہ حضور ﷺ نور تھے انسان نہ تھے۔ اللہ نے انسان کو بات کرنا سکھایا ظاہر ہے بات کرنا زبان ہی سے ہوگا زبان حصہ بدن ہے حصہ روح نہیں کلام زبان کرتی ہے جان نہیں پھر جان انسانیت کے معنی کہاں آ گئے؟ دیکھئے مترجم آپ کو کہاں لے جارہا ہے **علمہ البیان** میں ما کان و ما یکون کولانا مترجم کی جرات اور جسارت کا ایک اور نشان ہے دیکھئے اور غور کیجئے کس بے باکی سے خدائی کلام میں اپنا کلام داخل کرتا جارہا ہے مولانا احمد رضا خان نے تفسیر میں اپنی بات کہتے تو شائد ہم اعتراض نہ کرتے لیکن ترجمہ قرآن میں تحریف کرنا ایسی غلطی نہیں جسے آرام سے گوارا کر لیا جائے۔

غلط ترجمہ قرآن کی دوسری مثال: بعض طلباء پوچھتے ہیں جہاں مولوی احمد رضا خان نے ترجمے میں اپنے الفاظ

نہیں بڑھائے وہاں اس ترجمے کا کیا حال ہے۔۔۔یہ بھی سن لیجئے

سب کومعلوم ہے کہ یہود حضرت عیسیٰؑ کے سخت دشمن ہوئے انہوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ پرطرح طرح کے بہتان باندھے اور انہیں اذیتیں دیں، ظاہر ہے کہ ان کی زبان سے حضرت عیسیٰؑ کیلئے کوئی کلمہ تعظیم صحیح طور پر ادا نہ ہوسکتا تھا۔ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے اور وہ یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کو شہید کیا ہے۔شہید کا لفظ تو ان کے احترام میں ہی کہا جا سکتا ہے قرآن کریم نے یہاں مخالفین کے حوالے سے قتل کا لفظ ذکر کیا ہے: وقولھم انا قتلنا السمیح عیسی بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ (سورہ نساء پ۵) (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسی مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں: اوران کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی۔قارئین کرام شہید کرنے کا دعویٰ یہاں کس قدر بے محل ہے جب کلام مقتضائے حال کے مطابق نہ ہو تو بلاغت سے گر جاتا ہے۔مولانا احمد رضا خان کے اس ترجمے کا یہی حال ہے کہ یہود کی زبان سے کہلوا رہے ہیں کہ ہم نے عیسی بن مریم کو شہید کیا۔حضرت عیسیٰؑ شہید کے طور پر نہ پہلے کہیں مشہور تھے اور نہ بعد میں معروف ہوئے نہ کوئی فرقہ ان کی شہادت کا مدعی ہوا۔مسلمان مطلقا ان کے موت کے منکر ہیں، عیسائی صلیب سے کفارہ کے قائل ہیں شہادت کے نہیں، اور یہود صلیب کی موت کو لعنت کی موت کہتے ہیں۔سو کوئی فرقہ یہودی ہو یا عیسائی یا مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی شہادت کا قائل نہیں۔مولانا احمد رضا خان یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس شہرت عام کی وجہ سے یہودیوں نے کہہ دیا ہوگا کہ ہم نے عیسی بن مریم کو شہید کیا ہے، شہرت کی بنا پر یا تہکم کی بنا پر وہ آپ کیلئے رسول اللہ کا لفظ تو بول سکتے تھے شہادت کا دعویٰ ان کی زبان سے کسی طرح مقصود نہیں ہوسکتا۔

پھر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ دہلوی کے ترجمے میں رسول اللہ کے ترجمے کو دیکھئے کس عمدگی سے ان کے دعویٰ قتل کو ذکر کیا اور کہا ہے جو رسول تھا اللہ کا تا کہ اس سے اگلی بات سمجھا سکے مگر کنز الایمان میں یہود کے مقولے میں پہلے جملے میں ہی ذکر کر دیا ہے۔اب کون مسلمان ہوگا جو کنز الایمان کو ترجیح دے گا قرآن پاک کے اب تک جتنے تراجم ہوئے کسی نے یہودیوں کے اس مقولہ انا قتلنا المسیح کا ترجمہ یہ نہیں کیا تھا کہ ہم نے مسیح کو شہید کر دیا ہے اور نہ کوئی صاحب علم یہ ترجمہ کر سکتا تھا یہ کارنامہ مولانا احمد رضا خان کا ہی ہوسکتا ہے۔

غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال: اور سنئے اور مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ کنزالایمان پر سر دھنئے:

اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو تسلی دی کہ وہ ان مشرکین کے مقابلے میں آپ کیلئے کافی ہوگا آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں ارشاد فرمایا فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (پارہ ۱ ع ۱۶) سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ) سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شیخ الہندؒ) ان تراجم سے یہ بات ظاہر ہورہی ہے کہ اللہ تعالی حضور ﷺ کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے مگر مولوی احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالی کو حضور ﷺ کے بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا معاذ اللہ:

''سوائے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا۔مولوی احمد رضا خان نے جس طرح ترجمہ یہاں بگاڑا ہے اور مترجمین دہلی کے خلاف عمدا چلے ہیں اس کا معنی اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی ان کی طرف سے حضور ﷺ سے خوب نبٹے گا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ استغفر اللہ)۔

افسوس کے بریلوی اسی پر پھولے نہیں سماتے کہ خان صاحب نے حضور ﷺ کو اے محبوب تو کہا ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟۔۔اور اگر اسی میں حضور ﷺ کی شان ہے کہ اے محبوب کہا جائے تو دوسری جگہ مولانا احمد رضا خان نے حضور ﷺ کو اے مسلمان کہہ کر عام لفظوں سے کیوں ذکر کیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی: و ان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواء ھم (پ۶ المائدہ ع۷) حکم کران میں موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر (شیخ الہندؒ)۔اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اوران کی خواہشوں پر نہ چل (احمد رضا خان) مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے نورالعرفان حاشیہ کنزالایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم ﷺ کو دیا گیا تھا۔سو حضور ﷺ کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ "اے محبوب" کہا دھویا نہیں جاسکتا۔اسی طرح ایک دوسرے مقام پر دیکھئے سورہ بقرہ رکوع ۱۳ میں ہے: ولئن اتبعت اھوائھم بعد الذی جائک من العلم مالک من اللہ ومن ولی ولا نصیر ۔اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ تک پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مدد گار (شیخ الہندؒ)۔آنحضرت ﷺ کو یہ خطاب اگر اور بالفرض کے ساتھ ہے ورنہ ایسا ممکن نہیں کہ حضور ﷺ کبھی اس طرح کریں نہ کبھی اس کا سوال پیدا ہوا۔اب مولانا احمد رضا خان کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے: اے سننے والے کسے باشد اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا۔۔الخ براہ راست علم کس کے پاس آیا تھا؟ حضور ﷺ کے پاس ہی۔۔اب آپ ﷺ کو اس طرح مخاطب کرنا (اے سننے والے کسے باشد) کس قدر گستاخانہ انداز ہے خانصاحب کسے باشد کے عموم میں حضور ﷺ کا اپنے مقام سے گرا رہے ہیں کہ جو انسان ایسا کرے گو حضور ﷺ ہی کیوں نہ ہوں کسے باشد اللہ کے ہاں اسے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

غلط ترجمہ کرنے کی غرض کیا تھی؟

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ یہ سوچیں کہ مولوی احمد رضا خان کو اس طرح ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملتا تھا؟ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجموں سے اعتماد اٹھانا اور دہلی کے اس پورے خاندان محدثین جو نقشبندی مشائخ بھی تھے عوام کی نظروں سے گرانا تاکہ عامۃ الناس اس خاندان کے ساتھ آزادی کی کسی تحریک میں شامل نہ ہوں۔

(۲) ترجمہ قرآن میں مختلف موقعوں پر ایسے الفاظ ڈال دینا جو آئندہ عوام میں شرکیہ عقائد کیلئے سیڑھی بن سکیں مثلا: واذکر عبادنا ابراھیم و اسحق و یعقوب اولی الایدی والابصار (سورہ ص ع۴) اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم کو اور اسحاق کو اور یعقوب کو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے (حضرت شاہ عبدالقادرؒ) اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو (مولوی احمد رضا خان) دیکھئے قدرت کا لفظ جو عام طور پر خدا تعالی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے خانصاحب کس پھرتی سے اسے پیغمبروں کیلئے لے آئے ہیں۔سلف کے ترجمے سے رخ موڑ کر احمد رضا خان نے اپنے عوام کو وہ سیڑھی مہیا کر دی ہے کہ اب جب چاہیں کسی جگہ سے بھی شرک کی چھت پر چڑھ جائیں۔حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب علیھم الصلوٰۃ والسلام کو کس پھرتی سے شان قدرت پر فائز کیا جارہا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کیلئے کفر پانے کا غلط دعوی: اللہ تعالی نے فرمایا: فلما احس عیسی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ (پ۳ سورہ آل عمران ع۵) اور جب معلوم کیا عیسی نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں (شاہ عبدالقادرؒ) اور جب حضرت عیسی نے ان کا انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ)۔اب ذرا بریلوی حضرات کے مجدد اعظم صاحب کا مجتہدانہ ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں: اور جب عیسی نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔استغفراللہ العظیم حضرت عیسیٰؑ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے انہوں نے کفر ہرگز نہیں پایا

پیغمبر کفر کو کیسے پا اور اپنا سکتا ہے۔ پیغمبر کسی کے کفر کو معلوم تو کر سکتا ہے اسے اس میں محسوس بھی کر سکتا ہے اور اس کے آثار بھی دیکھ سکتا ہے لیکن وہ خود کفر سے بالکل پاک اور ماوراء ہوتا ہے۔ سو حضرت عیسیٰؑ کے کفر پانے کا دعوی ہرگز لائق قبول نہیں ہو سکتا۔

اللہ بخش دے گا آپ ﷺ کی اگلی پچھلی خطائیں: مفتی احمد یار خان صاحب خلیفہ مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو خبر دے رکھی تھی کہ ان سے آخرت میں کیا معاملہ ہوگا اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ آپ ﷺ کے صحابہؓ کا انجام کیسے رہیگا؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں **لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر** (تاکہ اللہ بخش دے آپ کیلئے اگلی پچھلی خطائیں) میں حضور ﷺ کے انجام کی خبر ہے اور **و کلا وعدہ اللہ الحسنی** (اور ہر ایک سے اچھائی کا وعدہ ہے) میں صحابہ کرام کے بہتر انجام کا وعدہ ہے۔ مفتی صاحب آیت **مادری مایفعل بی ولا بکم** (سورہ الاحقاف) کے تحت لکھتے ہیں: یہ مطلب نہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ تم سے اور مجھ سے کیا معاملہ ہوگا رب فرماتا ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم اور صحابہ کیلئے فرماتا ہے وکلا وعد الحسنی حضور ﷺ کو سارے انسانوں کے انجام کی خبر ہے۔ (نور العرفان تحت الآیہ)۔ مفتی صاحب نے یہاں بھی صریح طور پر **لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک** کو حضور ﷺ سے متعلق کیا ہے اور وکلا وعد الحسنی کو امت سے متعلق بتلایا ہے۔ سو اگر مفتی صاحب نے مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) کو تسلیم نہیں کیا اور اسے حضور ﷺ کے انجام سے ہی متعلق بتلایا ہے تو بتلائیں اس میں مفتی احمد یار خان صاحب کی کیا غلطی ہے؟ غلطی اگر ہے تو مولانا احمد رضا خان صاحب کی ہے۔ ذنبک کے معنی ''تمہارے پیروؤں کے گناہ'' عربی کے لحاظ سے کسی طرح درست نہیں۔ پھر ماتقدم سے پہلے گذرے انسان مراد لینا اور ما اور من میں (جو اصالۃ جانداروں کیلئے آتا ہے) میں فرق نہ کرنا اور بلا قاعدہ ایک نیا ترجمہ پیش کر دینا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ذنبک کے معنی تیری خطا کے بھی ہو سکتے تھے اس سے سب مغالطے بھی دور ہو جاتے کیا یہاں وہ تعبیر مراد نہیں ہو سکتی تھی جو مفتی صاحب نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں اختیار کی تھی آپ کی یہ دعا قرآن کریم میں اس طرح ہے: **والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین** (سورۃ الشعراء ع ۵) اور وہ ذات ہے جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے اس پر مفتی صاحب لکھتے ہیں آپ (ابراہیمؑ) گناہوں سے معصوم ہیں، خطا سے مراد وہ ہے جو پیغمبر کی شان کے لحاظ سے خطا ہو حسنات الابرار سیئات المقربین۔۔ اس کلام میں حضرت ابراہیمؑ نے اشارۃ یہ فرمایا کہ کوئی شخص اگرچہ کتنا ہی پرہیزگار ہو اپنی مغفرت پر یقین نہ کرے بلکہ رب سے امید و خوف رکھے اس لئے آپ نے اطمع فرمایا۔ مفتی صاحب کا حضرت ابراہیمؑ کیلئے یہ تجویز کرنا کہ انہیں اپنی مغفرت کا یقین نہ تھا اس سے ہمیں اتفاق نہیں ان کا استدلال غلط ہے لیکن مفتی صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف خطا کی نسبت کرنا ان کے اپنے مقام کے لحاظ سے ہے وہ حقیقت میں گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔

ذنبک کا ترجمہ بدلنے سے کوئی فائدہ نہیں: مولوی احمد رضا خان نے اپنے زعم میں بڑی مہم سر کی کہ ذنبک کا ترجمہ تیرے اگلوں اور پچھلوں کے کر دئے اب تیرے گناہ یا تیری خطاؤں کی کچھ گنجائش نہ رہی بریلوی اس پر بڑے خوش ہیں کہ خانصاحب نے برا میدان مار لیا لیکن یہ لوگ یہ جاننے سے یکسر قاصر ہیں کہ خانصاحب نے اپنے ان من گھڑت ترجمے میں کن کن بزرگ ہستیوں کے ترجموں سے ٹکر لی ہے۔ یہ ٹکر صرف حضرت شاہ عبدالقادرؒ یا شیخ الہندؒ سے ہی نہیں ہے صحابہ کرامؓ اور خود حضور اکرم ﷺ کے ترجموں کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عائشہؓ نے آیت کا کیا ترجمہ کیا: آنحضرت ﷺ تہجد میں اتنی مشقت اٹھاتے کہ پاؤں مبارک کو ورم آ جاتا اس پر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے عرض کی: **لم تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر** (ترجمہ) آپ اس قدر مشقت کیوں فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول اور بے شک اللہ تعالی نے آپ کی آئندہ اور پچھلی سب خطائیں بخش چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا **افلا احب ان اکون**

عبدا شکورا (صحیح بخاری ج۲ص ۷۱۶،۷۱۷) کیا میں یہ بات نہیں چاہتا کہ ہو جاوں اپنے رب کا شکر گزار۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ام المومنینؓ کے عقیدے میں لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر کی خبر حضورﷺ سے متعلق تھی نہ کہ اس میں امت کے اعمال کا بیان تھا اور نہ حضرت عائشہؓ سے خاص آنحضرتﷺ کیلئے ذکر نہ فرماتیں اور آنحضرتﷺ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ اسے اپنے پچھلے اور پہلے سب نقصانات کی مغفرت جانتے تھے۔آپ کی یہ دعا بھی صحیح بخاری میں منقول ہے اللھم اغفرلی ما قدمت و ما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم و انت الموخر و انت علی کل شیء قدیر۔(صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۴۶) اس واضح ہوتا ہے کہ حضورﷺ اس مضمون مغفرت کو اپنے سے متعلق کرتے تھے اور یہ کہ امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔(اس مضمون پر مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مطالعہ بریلویت ص ۱۱۴ تا ۱۲۰ جلد دوم)۔

خدائی کلام میں تشکیک نہیں

ترجمہ قرآن میں جو بات کہی جاتی ہے وہ خدا کی طرف سے کہی جاتی ہے کیونکہ یہ اسی کا کلام ہے سو اس میں کوئی پیرایہ بیان ایسا نہ ہونا چاہئے کہ کہنے والا شک میں مبتلا ہو جائے کہ بات یوں ہے یا یوں ہے۔کلام الٰہی میں اگر کوئی ایسا لفظ نظر آئے جسکے کئی معنی ہوں تو مراد خداوندی اس میں یقیناً کوئی ایک معنی ہونگے۔گو لغتہً وہ لفظ کئی معنی میں آتا ہو مگر قرآن کریم میں دو متوازی معنی لانا شان خداوندی کو نظر انداز کرنا ہے۔اس کے شان کے لائق نہیں کہ وہ ایک موضوع میں کسی لفظ کو یا کے ساتھ بیان کرے۔

مولوی احمد رضا خان کو دو دو ترجمے کرنے کا شوق

کتنے مقامات ہیں جہاں مولوی رضا خان صاحب ایک ترجمہ نہیں کر سکے بین السطور دو دو لفظ لا رہے ہیں اور یا۔۔یا۔۔کے حروف لا کر دبی زبان سے گنگنا رہے ہیں:

نہ یہ کہتے ہی بنتی ہے نہ وہ کہتے ہی بنتی ہے
رہیں اپنی جگہ دونوں عبارت اس سے سجتی ہے

اللہ تعالی نے نبی اسرائیل کو کہا تھا کہ "اے اولاد اسرائیل ہم نے تمہیں فرعون والوں سے جنات بخشی وہ تم پر برا عذاب ڈھارہے تھے تمہارے لڑکو ں کو قتل کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتے۔۔۔اس پر اللہ تعالی نے فرمایا: وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم (پ۱ سورہ بقرہ ع۶) اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی (شیخ الہندؒ) اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا انعام (مولوی احمد رضا) عربی میں بلاء ابتلاء آزمائش کے معنی میں ہے مبتلاء کے معنی ہے آزمائش میں آیا ہوا اللہ تعالی محنت اور نعمت دونوں میں آزماتے ہیں۔بچوں کو ڈرانے کیلئے بڑی بلا، ڈائن اور چڑیل وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جب کہا جاتا ہے وہ بڑی بلا ہے تو یہاں بلا کا عربی لفظ ملحوظ نہیں ہوتا جس کے معنی آزمائش کے ہیں مولانا احمد رضا خان قرآن کریم کے الفاظ وفی ذالکم بلاء میں بچوں والی بڑی بلا نظر آئی تو وہی ترجمہ کر دیا پھر جب شبہ ہوا تو لفظ '[انعام] بڑھا دیا ایک لفظ کا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادرؒ کے ترجمے میں اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمے میں ایک ہی تھی۔مولوی رضا خان صاحب نے دو ترجمے ایک ہی لفظ کے یا کے ساتھ پیش کر کے اپنے تذبذب اور پریشانی کا کھلا اقرار کیا ہے۔اگر کسی ترجمے پر اطمینان نہیں ہوتا تو ترجمہ کرنے کیلئے بیٹھے ہی کیوں تھے؟ مولانا کو ہندوستان والی بڑی بلا لے بیٹھی اور اسی کو ترجمہ قرآن میں لے آئے۔اور سنئے اور مولانا کے تذبذب، ان میں قوت فیصلہ کے فقدان اور ان کی الجھی ہوئی طبعیت پر سر دھنئے۔

دو دو ترجمے کرنے کی ایک اور مثال: و منھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی (سورہ بقرہ ع

۹)اس میں لفظ امانی قابل غور ہے یہ امنیہ کی جمع ہے اور اس کے معنی آرزو کے ہیں سوا امانی کے معنی آرزو کے ہونگے۔ترجمہ:اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کے سوائے جھوٹی آرزووں کے (شیخ الہندؒ) اب مولوی احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں: اوران میں کچھ ان پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا اپنی من گھڑت۔عربی کے طلبہ سے گزارش ہے کہ وہ دیکھیں کہ ''من گھڑت'' کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے جو مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے اور اگر یہ لفظ ان کا اپنا من گھڑت ہے تو آپ نے اسے ''یا'' کے ساتھ ایک دوسرے ترجمے کے مقابل کیوں رکھ دیا۔زبانی پڑھ لینا یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کیا اسی ترجمے کے بل بوتے پر رضا خانی حضرات پھولے نہیں سماتے۔اگر بریلوی حضرات کے ہاں کوئی پڑھا لکھا آدمی ہوتا تو اس ترجمے کو رد کرنے کیلئے اعلحضرت کا یہی تذبذب کافی تھا۔

دو دو ترجمے کرنے کی ایک اور واقعہ: اب ذرا آگے چلئے۔۔دیکھئے مولانا احمد رضا خان کس طرح پہلے ترجموں سے بغاوت کر کے دو دو ترجمے کر رہے ہیں وجعلناکم امة وسطا لتکونو شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (پ۲ بقرہ ع۱۷) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا (حضرت شیخ الہندؒ) اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔(مولوی رضا خان بریلوی) یہاں صحابہ کرامؓ کیلئے بھی گواہ کا لفظ ہے اور حضور ﷺ کیلئے بھی گواہ کا لفظ ہے بریلویوں کو یہاں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے وہ گواہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد لیں تو تمام صحابہ کرامؓ کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا پڑتا اور اگر گواہی میں ہر جگہ کا حضور و نظور ضروری نہ ہو تو ان کا حضور ﷺ کیلئے ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا تصور بالکل ہی ناپید ہو جاتا۔مجبوراً انھوں نے حضور ﷺ کیلئے گواہ کے ساتھ ایک اور لفظ کی ضرورت محسوس کی اور گواہ سے پہلے نگہبان کا لفظ بڑھا دیا۔

ترجمے کا طالبعلم یہاں پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب قرآن کریم میں لفظ ایک ہے شہید کہ ہو رسول تم پر گواہی دینے والا تو ترجمے میں یہ دوسرا لفظ نگہبان کہاں سے آ گیا اور اگر یہ لفظ نگہبان شہید کا ترجمہ تھا تو پھر آگے دوسرے ترجمے کی کیا ضرورت؟ (مزید تفصیل کیلئے مطالعہ بریلویت ج۲ص۱۲۴)۔

کنز الایمان میں بھاری بھر کم الفاظ کی غلاظت

مولانا احمد رضا خان نے مفردات کے ترجمے میں بھی یہ محنت کی کہ پہلے تراجم کے شُستہ الفاظ کو چھوڑ کر بھاری اور سخت الفاظ پسند کئے ''تم ان پر کروڑے'' نہیں ان الفاظ پر غور کیجئے اور مولانا کی غلاظت پسندی پر داد دیجئے لیجئے ٹینٹ بھی آ گئے: وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهو ه وفی اذانهم وقرا (پ۷ الانعام ع۲) اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تا کہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ (شیخ الہندؒ) اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کان ٹینٹ (مولوی رضا خان) وقرا کا معنی تقریباً سب ہی مترجمین نے بوجھ کیا ہے وقار کے معنی وزن اور بڑائی کے ہیں مالکم لاترجون للہ وقارا (پ۲۹ سورہ نوح) مولانا احمد رضا خان نے اس کا ترجمہ ٹینٹ کیا ہے وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کانوں میں ٹینٹ لگے ہیں کہ ہدایت ان کے اندر نہیں اترتی۔۔غور کیجئے کانوں میں بھی کبھی ٹینٹ لگے ہیں۔مولانا کا عجیب ذوق ترجمہ ہے مفردات میں کیسے بے محل خیمے لگا رہے ہیں۔

مفرد الفاظ کیلئے بے ڈھب معنی: ربوہ کا معنی ہے بلند جگہ اور ٹیلے کے ہیں قرآن کریم میں الی ربوة ذات قرار و معین (پ۱۸ سورہ المومنین ع۳) وارد ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اونچی جگہ جو ٹھرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی۔اللہ فرماتے ہیں ان کی کہاوت جو اپنے مال میں سے اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل کو جماتے ہیں،اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچے ٹیلے پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو وہ دگنا پھل لایا،اگر زور کا پانی نہ ملے تو اسے اوس ہی کافی ہے اس میں ان الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: کمثل جنة بربوة جیسے باغ اگا ہو بلند زمین پر۔جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر (شیخ الہندؒ) اس باغ

کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو (مولوی احمد رضا خان) ربوہ کا ترجمہ بلند زمین کتنا شستہ اور صاف ترجمہ ہے مولانا احمد رضا خان اس ترجمے کو چھوڑ کر کتنا ثقیل ترجمہ لا رہے ہیں۔ اس کا ثقل کروڑے سے کم نہیں تاہم اس غلط ترجمے میں لفظ بھوڑ پر بھی غور فرمائیں۔ علمی اردو لغات میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں ریتلی زمین جس پر کچھ نہ اُگ سکے ریگستان (علمی اردو لغات ص ۲۸۳) غور کیجئے مولوی احمد رضا خان نے کنز الایمان میں ربوہ کیلئے کس لفظ کا انتخاب کیا ہے جس آیت کے ترجمے میں اس لفظ بھوڑ کو جگہ دی ہے اس آیت کا مضمون ہی بھوڑ کی کھلی تردید ہے۔ معلوم نہیں مولانا صاحب کو اس انتہائی ثقیل ترجمے سے کیا ملا۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں چوپایوں کی تخلیق اور ان کے فوائد کا عجیب نقشہ کھینچا ہے **ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بلغیه الا بشق الانفس** (سورہ نحل ع ا پارہ ۱۴) اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو چرا لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر (شیخ الہندؒ) یہاں الا بشق الانفس کا ترجمہ لائق غور ہے جان مار کر کام کرنے سے مراد اس کیلئے زحمت شاقہ اٹھانا ہے مفردات امام راغب میں ہے الابشق الانفس الشقۃ وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے قرآن پاک میں ہے بعدت علیھم الشقۃ (سورہ توبہ ع ۵)۔ اب ذرا اعلحضرت کا اعلی ترجمہ ملاحظہ ہو اور وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لیجاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہنچتے مگر ادھ مرے ہو کر۔ بشق الانفس کا ترجمہ ادھ مرے کتنا بھاری ترجمہ ہے جان مارنا جان کاہی اور جانفشانی کے ترجمے چھوڑ کر ادھ مرے سے ترجمہ کرنا مترجم کے ادھ مرے ہونے کی حالت کا پتہ دیتا ہے۔ معلوم نہیں علم و بصیرت کے اس فقدان سے یہ لوگ ترجمہ قرآن کی کیوں جسارت کرتے ہیں کنز الایمان کتنا بھونڈا ترجمہ ہے ملاحظہ ہو: زمین ہمارا بچھونا ہے اور آسمان چھت یہ بات آپ پہلے سے سنتے چلے آرہے ہیں قرآن کریم میں بھی اسے دہرایا گیا ہے **الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء و انزل من السماء ماء** اور جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان پانی (شیخ الہندؒ) وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی (حکیم الامتؒ)۔ اب ملاحظہ ہو مولوی رضا خان صاحب کا ترجمہ: وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو عمارت بنایا۔ آسمان کو چھت کہنے کے بجائے عمارت کہنا ایک نیا ترجمہ ہے اردو میں عمارت کا لفظ ان معنوں میں نہیں آتا۔

الفاظ کے غلط ترجمے کی ایک اور مثال: **سیصلی نارا ذات لھب** (سورہ تبت) اب پڑے گا لپٹیں مارتی آگ (شیخ الہندؒ) اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ (مولوی رضا خان صاحب) صلی کے معنی آگ جلانے کے ہیں صلی بالنار آگ میں جلا **تصلیۃ جحیم** جہنم میں ڈالنا (الواقعہ) **اصلوھا الیوم** آج آگ میں جاؤ وغیرہ صلی کے معنی دھنسنے دھنسانے کے نہیں ہیں مولوی صاحب موصوف کو غالباً اس کے معنی معلوم نہ تھے ورنہ وہ یہ ترجمہ دھنستا نہ کرتے۔ بعض بریلوی صاحبان اس کو کاتب کی غلطی کہہ کر ٹال دیتے ہیں یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہی معنی انہوں نے ایک دوسری جگہ میں کئے ہیں **و تصلیۃ جحیم** اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا۔

الفاظ کے غلط ترجمے کی ایک اور مثال: **و اذا قیل اتق اللہ اخذته العزۃ بالاثم فحسبه جھنم** (پارہ دوم بقرہ ع ۲۴) اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے اس کو دوزخ (شیخ الہندؒ) اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے (مولوی خانصاحب بریلوی) عزت کا ترجمہ بڑائی اور غرور کے تو سمجھ میں آتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ غرور اور بڑائی انسان کو گناہ تک لیجاتے ہیں لیکن ضد سے گناہ کرنا اور عزت کا ترجمہ ضد سے کرنا اور **فحسبه** میں فا کے ترجمے کو بلا وجہ چھوڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔

مولوی صاحب عَبُد اور عَبَدَ میں فرق نہ کرسکے

عَبُد اسم ہے (بندے اور غلام کو کہتے ہیں) اور عَبَدَ فعل ہے عبد کے معنی ہے اس نے بندگی کی قرآن کریم میں ہے **جعل منھم القردۃ و**

الخنازیر و عبد الطاغوت (مائدہ ع۹) اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی (حضرت شیخ الہندؒ) اور ان میں سے کر دئے بندر اور سور اور شیطان کا پجاری (مولانا احمد رضا خان) افسوس مولانا عبُد اور عبَد میں فرق نہ کر سکے عبَد کی جگہ عبُد کا معنی کر دیا۔

اطاعت کے معنی خوشی کرنا: اطاعت کے معنی بات کرنا اور پیروی کرنا ہے کسے معلوم نہیں۔ نہیں معلوم تو مولانا موصوف کو کہ وہ اس کے معنی خوشی کرنے کے کرتے ہیں لو یطیعکم فی کثیر من الامر (الحجرات) اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے (شیخ الہندؒ) بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو (مولوی رضا خان صاحب) خوش کرنا کس لفظ کا معنی ہے کیا اس مادے نے باب افعال میں کہیں یہ معنی دیا ہے۔ کیا بریلویوں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں جو اس کا ثبوت فراہم کرے۔

اصلحو کا نیا ترجمہ آپا سنبھالا: الا الذین تابو ا من بعد ذالک و اصلحو فان الله غفور رحیم (آل عمران ع ۹) مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کئے تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے (ترجمہ شیخ الہند) مگر جنھوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مولوی رضا خان) اصلحو کا ترجمہ آپا سنبھالنا بریلویوں کے ہاں مجددانہ ترجمہ کہلاتا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں مطالعہ بریلویت جلد دوم)۔

امہات المومنین کی شان میں گستاخی

ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما (سورہ تحریم پ۲۸ ع۷) اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے (حضرت شیخ الہندؒ) یہاں ترجمے میں یہ مذکور نہیں کہ دل کس طرف جھک پڑے صرف ان کا جھکنا مذکور ہے دل جب کسی طرف جھکے تو کسی طرف سے ہٹے بھی ہونگے یہ ہٹنا بھی آیت میں مذکور نہیں یہ بڑا جامع ترجمہ ہے اگر کوئی اس سے یہ سمجھے کہ تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہوئے خدا کی طرف جھک گئے سو تم یہ بجالاؤ تو تمہاری توبہ یقیناً قبول ہوگی تمہارے دل جھکے ہوئے ہیں اس معنی کی بھی اس ترجمے میں گنجائش ہے اگر کوئی شخص وہ معنی بولے جو بعض تفسیروں میں منقول ہیں کہ تم جلدی توبہ کرو تمہارے دل اعتدال سے ہٹ گئے دوسری طرف جھک گئے تو ان معنی کا بھی انکار نہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ ترجمے قرآن میں یہ دوسرے معنی نہ ہونے چاہئیں تاکہ پہلے معنی کا انکار لازم نہ آئے یہ ازواج مطہرات کی عزت کا معاملہ ہے تفسیر میں بات ہوگی تو تاویل ساتھ میں ہوسکتی ہے لیکن متن قرآن کی طرف وہ بات منسوب کرنا جو قرآن میں صریح نہیں وہ بھی ازواج مطہرات کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ہرگز مناسب نہیں۔ لیکن افسوس اب مولوی رضا خان صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو جس میں وہ صریح ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں ''نبی کی دونوں بیبیوا گر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے ہٹ گئے ہیں''۔

ترجمہ قرآن میں اپنی قیدیں لگانا

جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں ادا کر دئے قرآن کی صورت میں یا تمتع کی صورت میں اس کے ذمہ قربانی، دم قران یا دم تمتع اور اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ قربقانی نہ دے سکے تو اس کے ذمہ دس روزے ہیں تین ایام حج میں اور سات جب وہ حج سے فارغ ہو جائے واپس لوٹے جہاں چاہے یہ روزے رکھ لے سفر میں رکھ لے کسی اور شہر جانا ہو وہاں رکھ لے ہر طرح سے گنجائش ہے مگر ذرا اب اعلحضرت کا کمال ملاحظہ ہو: فمن لم یجد فصیام ثلثه ایام پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھے حج کے دنوں میں اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے۔ (مولوی احمد رضا خان) جناب یہ اپنے گھر پہنچنے کی قید کہاں سے آ گئی کیا وہ آپس لوٹتے کسی اور جگہ میں نہیں رکھ سکتا گھر نہ بھی لوٹے حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ میں رہے تو کیا وہاں یہ روزے نہیں رکھ سکتا فقہ حنفی میں تو ہے کہ حج کے بعد کہیں بھی روزہ رکھ سکتا ہے دیکھئے کہیں کنزالایمان آپ کو حنفی مسلک سے تو نہیں نکال رہا۔۔؟

☆ افکلما جاء کم بما لا تحوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (البقرہ ع۱۱) تو کیا جب تمہارے

پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تم ان میں ایک گروہ کو جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو (مولوی احمد رضا خان) استکبرتم ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ تکبر کرتے ہو تم اور کذبتم کا ترجمہ جھٹلاتے ہو خانصاحب کے علم صرف اور علم تفسیر کی منہ بولتی تصویر ہے یہ فاش غلطی تو اولی کا طالب علم بھی نہ کرے جس نے ارشاد الصرف سرسری ہی پڑھی ہو۔ یہودی یہ سلوک اپنے انبیاء کے ساتھ ماضی میں کر چکے تھے، یہ انہی وقائع کا ذکر ہے۔ تقتلون اگرچہ مضارع کا صیغہ ہے مگر یہ بھی ماضی کے معنی میں ہے کہ یہ سب واقعات ماضی میں ہو چکے تھے۔۔ دیکھئے جلالین۔

آیت کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو شیخ الہندؒ نے کیا ہے: پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا۔ کسی ایک مفسر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہودی یہ کام حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں کرتے اور انہوں نے قتل انبیاء بھی حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں کیا سب مترجمین نے یہاں ماضی کے صیغوں کو ماضی میں ہی ترجمہ کرتے رہے مگر ایک خانصاحب ہیں کہ ترجمہ کرنا آتا نہیں اور ترجمہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

☆ یہ کس کو معلوم نہیں کہ جب شیاطین لوگوں کو جادو سکھلاتے تو وہ حضرت سلیمانؑ کا زمانہ تھا قرآن کریم میں ہے ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر (بقرہ ع ۱۲) لیکن شیطانوں نے کفر کیا سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو (شیخ الہندؒ) یعلمون یہاں ماضی کے معنی میں ہے اور کفروا ماضی کے بعد اس کو ذکر کیا گیا ہے اور یہی معنی جمہور نے کیا ہے کہ یہ بات حضرت سلیمانؑ کے زمانے کی ہے مگر خانصاحب کی ہمت لائق داد ہے کہ جمہور نے اختلاف کرنے کی خاطر اسے شیاطین سے حال بنا دیا کہ یہ حضور ﷺ کے زمانے کا واقعہ ہے وہ اس وقت بھی لوگوں کو سحر سکھلاتے تھے خانصاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں۔

☆ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی سے جان بوجھ کر غلطی ہو جائے تو اس پر جزا لازم آئے گی جو برابر ہو اس جانور کے جسے اس نے ذبح یا قتل کیا برابری کا جانور یا برابری کی قیمت دونوں اس جزا میں دی جا سکتی ہیں قرآن کریم میں ہے: یا ایھا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم و من قتله متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم (پ ۷ المائدہ ع ۱۳) اے ایمان والو! نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر تو اس پر بدلہ ہے مارے ہوئے (مویشی) کے برابر۔ امام شافعیؒ نے من النعم کو جزاء کی صفت سمجھتے ہوئے ای جزاء کائن من النعم اور امام ابوحنیفہؒ اسے ما قتل کی ضمیر سے حال مانتے ہیں سو حنفی مذہب کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا: یعنی بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی سے۔۔ (شیخ الہندؒ) حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جزاء قیمت کے لحاظ سے بھی مقرر کی جا سکتی ہے اور قیمت دو ثقہ اور قابل اعتماد شخص لگائیں گے لیکن امام شافعیؒ کے ہاں اس جانور کے قتل کے پاداش میں اس برابری کا ہی جانور دیا جا سکے گا۔۔ اب خانصاحب کا ترجمہ دیکھئے کس واضح انداز میں حنفی مذہب کی کاٹ ہے: اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے دے دے۔ دیکھا مولانا احمد رضا خان کنزالایمان میں کس طرح امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کر رہے ہیں۔

بریلویوں کا عذر لنگ:

بریلوی کہتے ہیں کہ پچھلے ترجموں میں وہ ادب نہیں تھا اس لئے امام احمد رضا خان نے نیا ترجمہ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جو دوسرے مترجم حضور ﷺ کے حق میں بتلاتے ہیں مولوی احمد رضا خان نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے عام قرار دیا ولئن اتبعت اھواء ھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین (پ ۲ بقرہ ع ۱۷) اردو تراجم کے تقابلی مطالعہ میں ہے کہ مخاطب ہر سامع ہے نہ کے نبی ﷺ اور دلیل میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا

ہے کہ اس قدر زجرو توبیخ کے کلمات سے اللہ تعالی ان کو مخاطب کرے۔ مگر یہاں تو مولوی احمد رضا خان اس خطاب کو عام قرار دے کر نکل گئے لیکن آگے جا کر مولانا کو یہ احساس بالکل نہ رہا کہ نبی معصوم جن کی نسبت سے قرآن کے صفحات بھرے ہیں جن کو طٰہٰ یٰسین مدثر جیسے القاب و ادب دئے گئے اس کیلئے یہ سخت کلمات کیسے آ گئے وہاں خانصاحب کو یہ خیال نہ آیا مولوی احمد رضا خان بنی اسرائیل کے ترجمے میں کیوں بے نصیب رہے **ولو لا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیأ قلیلا اذا لا ذقنک ضعف الحیوۃ و ضعف الممات ثم لا تجد لک علینا فصیرا** (ع ۸) اور اگر ہم تمھیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مدد گار نہ پاتے ۔اس میں کس دلیری سے خانصاحب نے مانا کہ حضور ﷺ ان کی طرف تھوڑا سا جھکنے والے تھے کہ اللہ نے آپ کو سنبھال لیا اور پھر آگے کتنے سخت الفاظ تھے اللہ نے آپ کو اس جھکنے کی پکڑ بتلائی اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو اس پر دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے اور کوئی آپ کو بچانے والا نہ ہوتا۔ بریلوی جب اس آیت پر خانصاحب کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں سورہ بقرہ کی مذکورآیت پر خطاب کو عام کی تاویل میں کرنا بالکل بھول جاتے ہیں۔ مولوی نعیم الدین مرادآبادی بھی یہاں کچھ نہ لکھ سکے سوائے اس کے کہ دو چند موت کا مزہ کی بجائے یہ کر دیا کہ دو چند موت کے عذاب کا مزہ ۔

مولوی احمد رضا خان نے قرآن کریم کے ترجمہ نبی کے معنی غیب کی خبرین دینے والے کے کئے ہیں۔ غیب کی خبریں دینے والے کئی طرح سے ہیں اللہ تعالی انبیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع دینے والے ہیں۔ اولیاء اللہ کا بھی غیب کی خبریں دی جاتی ہیں۔ کاہن اور عراف سفلی علوم کے واسطے غیبی امور کو جان لیتے ہیں اور اپنے دستوں کو ان کی خبر دیتے ہیں۔ علم نجوم اور علم جفر کے ماہر بعض امور کو قبل از وقت معلوم کر لیتے ہیں۔ اعلحضرت کے ملفوظات میں ایک غیب کی خبر رکھنے والے گدھے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ سو صرف غیب کی خبریں دینے سے نہیں کھلتا اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے نبوت کا اقرار کیا جائے اور پھر نبی کی خبروں کو تسلیم کیا جائے۔ مولوی احمد رضا خاننے لفظ نبی کا عام ترجمہ کر کے حضور ﷺ کے مقام نبوت سے کھلے بندوں انحراف کیا ہے۔ آگے بریکٹ نہ ہوتا تو شائد کفر لازم آ جاتا۔ پہلے مترجمین نے کیا اچھا کیا نبی کے معنی نبی ہی کیا کرتے۔ اور حق یہ ہے کہ کوئی اور لفظ اس لفظ کا حق ادا ہی نہیں کر سکتا۔

حضور ﷺ کو دوسروں سے ملانے کی جسارت

☆ اللہ تعالی اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں قرآن کریم میں اس کیلئے لفظ ''صلوۃ'' وارد ہوا ہے ﷺ کے الفاظ حضور ﷺ کیلئے ہی استعمال ہوتے ہیں دوسرے مسلمانوں پر بالاستقلال صلوۃ و درود نہیں پڑھا جاتا خواص مومنین کیلئے قرآن کریم میں لفظ صلوۃ آیا تو مترجمین نے اس کے معنی رحمت کے کئے ہیں تا کہ مقام نبوت کا امتیاز باقی رہے۔ **ھو الذی یصلی علیکم وملئکته لیخرجکم من الظلمات الی النور** (سورہ احزاب آیت ۴۳) وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں (شیخ الہندؒ) وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے۔۔ الخ (مولوی احمد رضا خان) آپ دیکھئے مولوی رضا خان نے عام مسلمین پر بالاستقلال درود جائز کر کے کس طرح مقام نبوت کے اختصاص کو ختم کیا ہے۔

☆ **وما بکم من نعمة فمن الله ثم اذا مسکم الضر فالیه تجٔرون** ۔ اور جو کچھ تمہارے پاس نعمت سو اللہ کی طرف سے۔ پھر جب پہنچے تمھیں کوئی تکلیف تو تم اس کی طرف چلاتے ہو۔ جئر یجئر کا معنی گڑ گڑا کر فریا د کرنے اور چلانے کے ہیں مولانا احمد رضا خان تجئرون کو جار یجیر سے سمجھ لیا جس کے معنی پناہ دینے کے ہیں اور تجئرون کا ترجمہ کیا تم اس کی طرف پناہ لیجاتے ہو۔ دیکھئے کتنی کھلی غلطی ہے۔

اعلحضرت کی دیہاتی زبان

☆ واستغنی اللہ واللہ غنی حمید اللہ نے بے پروائی کی اور اللہ ہے غنی وحمید۔ کنزالایمان اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا (کس قدر بھدا ترجمہ ہے)۔

☆ جئنا بکم لفیفا ہم تم کے لے آئیں گے لپیٹ کر کے مگر کنزالایمان کہتا ہے ہم تم سب کو گھال میں لے آئیں گے۔ کتنی بھدی زبان ہے۔

☆ وکذلک نجزی المفترین اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والے کو اب خانصاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان ہایوں کو۔

☆ واشتعل الراس شیبا اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا کیا سلیس اور لطیف ترجمہ ہے۔

☆ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ ان ھذا الا اختلاق ترجمہ یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ مگر بنائی ہوئی بات۔ اب مولوی احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔ یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہیں سنی یہ تو نئی گھڑت ہے۔ گھڑت کا وزن ہی کچھ کم نہ تھا نصرانیت سب سے پچھلا دین ہے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟۔

حضور ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی

☆ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا ووضعنا لک ذکرک الذی انقض ظھرک (الم نشرح) اور اتار دیا ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر کو جھکا دیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے انقض کا ترجمہ جھکا دینا ہی کئے ہیں اور یہی مقتضائے ادب ہے۔ اب خانصاحب کا ترجمہ بھی دیکھئے اور ان کی بے ادبی بھی اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تمام صدمات برداشت کرتے گئے آپ ﷺ نے حوصلہ نہ ہارا اور آپ ﷺ کی پیٹ قطعاً نہ توٹی۔ مگر افسوس کہ حضور ﷺ کیلئے کمر کے ٹوٹ جانے کا ترجمہ کر کے خانصاحب کو ایمانی غیرت نہ آئی

☆ عربی میں قلی ناراض ہونا ناخوش ہونا کے معنی میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا تھا ما ودعک ربک وما قلی اور نہ تیرے رب نے تجھے رخصت کیا اور نہ ناخوش کیا (شیخ الہندؒ) تمھیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا (مولوی احمد رضا خان) حضور ﷺ کیلئے گو مکروہ کا لفظ خانصاحب نے نفی سے لکھا مگر ان کیلئے یہ الفاظ استعمال کرنا کا کیا کم گستاخی ہے۔ یہ کیسا عامیانہ ترجمہ ہے کسی کو یہ کہنا کہ تم بے وقوف نہیں ہو اس کی حوصلہ افزائی نہیں قرآن کریم ان الفاظ میں حضور ﷺ کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے سو اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ مکروہ جانا کسی طرح بھی درست نہیں بیٹھتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مومنوں کیلئے ذکر فرمایا ہے ذکر سے مراد نصیحت اور یادداشت ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں (شیخ الہندؒ) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (النحل ع ۶) اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یادگار اتاری (خانصاحب) خانصاحب نے ذکر کا ترجمہ یادداشت یادگار غلط کیا ہے جو چیز آئندہ رائج نہ رہے ماضی ہو جائے اسے یادگار کہتے ہیں مولوی رضا خان صاحب قرآن کو یادگار بنانا چاہتے ہیں۔

☆ کسے معلوم نہیں کہ ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے عورت ایجاب کر لے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے کوئی نکاح کرے تو اس میں مہر کی شرط نہ تھی۔ جو عورت آپ کے نکاح میں آنا چاہے آسکتی تھی عورتیں آپ کی نکاح میں آتی

تھیں بطور نذرانہ پیش نہ ہوتی تھیں۔وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین (الاحزاب آیت ۵۰)اور جوعورت ہو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لائے یہ خاص تیرے لئے ہے(شیخ الہندؒ)یہاں بخشنا سپردگی کے معنی میں ہے نکاح سے عورت خاوند کے سپرد ہو جاتی ہے۔نذر کا لفظ تحفے کے طور پر کسی چیز کو پیش کرنا ہے مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے:اور ایمان والی عورت اگر اپنی جان نبی کی نذر کرے۔مولوی صاحب موصوف کے نزدیک نذر کن معنوں میں استعمال ہوتا تھا اس کیلئے ملفوظات کا حصہ سوم دیکھئے:

وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمافاے عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے عرض کی ہاں اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہئے فرمای اچھا ہم نے کنیز تم کو ہبہ کی۔۔اب آپ سکوت میں ہے۔۔کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔معاوہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار قدس کی نذر کی۔خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کردی۔فرمایا اب دیر کا ہے کا فلاں حجرے میں لے جاو اور اپنی حاجت پوری کرو۔۔

معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مزار اس ولی سے بھی زیادہ جلدی میں تھے کہ اسے کنیز دے کر اتنی مہلت بھی نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ اسے اپنے گھر لے جائے۔خانقاہ شریف کے ہجرے میں یہ کام بھی چلتا تھا۔۔؟؟؟۔

موسوم باسم تاریخی کنز الایمان ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ)

مولوی احمد رضا خان نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام کنز الایمان ترجمۃ القرآن رکھا ترجمۃ القرآن کو اگر اضافت کے ساتھ نہ لکھیں صرف ترجمہ کہیں تو آخری حرف بوجہ وقف ھا کے پڑھا جائے گا لیکن ہے حقیقت میں تا جو اضافت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے مولوی احمد رضا خان نے اسے اضافت کی حالت میں بھی ہا ہی سے پڑھا اور یہ ایک بڑی غلطی تھی کوئی عربی دان نہ کہے گا کہ آخر میں ہا ہے تا نہیں۔قارئین کرام ترجمہ کو تا سے پڑھا جائے اور یہی صحیح ہے تو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے اعداد کا مجموعہ ۱۷۲۵ بنتا ہے ظاہر ہے کہ یہ سن نہ ابھی آیا ہے اور نہ کان صاحب نے اس میں یہ ترجمہ لکھا ہے اور اگر ترجمہ کو ہا سے پڑھا جائے تو پھر مجموعہ اعداد بے شک ۱۳۳۰ بنتا ہے۔تا کے عدد ۴۰۰ ہیں اور ہائے ہوز کے عدد کے ۵ ہیں،۱۷۲۵ سے ۴۰۰ نکالیں تو ۱۳۲۵ رہ جائے گا اس میں ہا کے ۵ عدد جمع کرلیں تو مولوی احمد رضا خان کے اس ترجمہ کا تاریخی عدد نکل آئے گا۔لیکن یہ کہاں تک درست ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

کنز لا یمان کی پرخار وادی میں آپ سیر کر آئے ہیں جو یہاں ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ورنہ اس کیلئے تو کئی دفتر درکار ہیں۔آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ کنز لا یمان ترجمہ قرآن نہیں بلکہ دین میں بگاڑ پیدا کرنے اور سلف صالحین کے ترجمے سے اعتماد اٹھانے کی خطرناک سازش ہے۔کاش کے مسلم ممالک حفاظت دین کے جلیل مقصد کے تحت اس بین الاقوامی سازش پر غور کریں اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے بچائیں۔